سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط

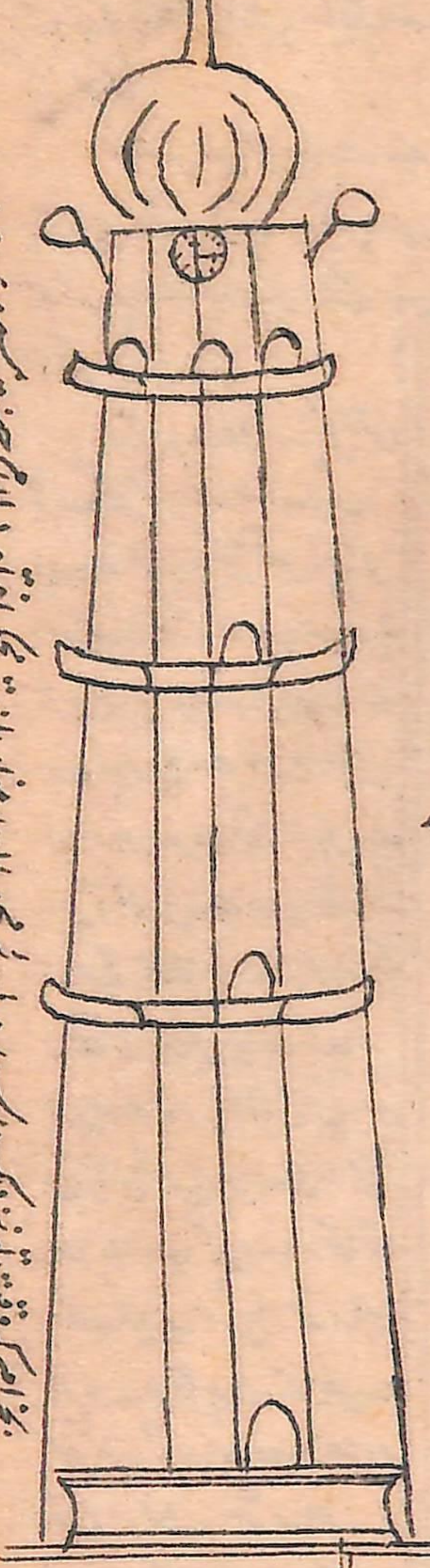

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

الحکم

قادیان

دور جدید

ہفتہ وار اخبار

چہ گویم با تو گرآئی چہ ہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر ابلیسے دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے ....
امرار و رؤسا سے ۵۰
معاونین سے ۱۰
عوام سے ۵
ممالک غیر سے ۱۲/۶

مدیر اعلیٰ شیخ یعقوب علی تراب احمدیؓ عرفانی ☆ مدیر مسئول شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۴ | مورخہ ۱۴/۷ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴/۷ تبوک سنہ ۱۳۲۱ ہش | نمبر ۲۴ و ۲۵

بیگم صاحبہ خانبہادر میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی وفات

ہم نے اس خبر کو نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنا۔ کہ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۴۲ء کو بیگم صاحبہ خان بہادر میرزا سلطان احمدؐ صاحب مرحوم فوت ہوگئی ہیں۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ جناب میرزا سلطان احمدؐ صاحب کی بیگم ہونے کی وجہ سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی بہو تھیں۔ اور ویسے بھی وہ آپ کے جدی خاندان میں سے ہی تھیں۔ خداتعالےٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ کہ محترمہ ایک ایسے باپ کی بیٹی تھیں۔ جو اپنی عملی زندگی میں بالکل دہریہ صفت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات سے اور آپ کے مشن سے ان کو خاندانی اور مذہبی طور پر شدید عناد تھا۔

چنانچہ

مورخ سلسلہ احمدیہ (حضرت عرفانی کبیر) نے کتاب حیات النبی کے صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے۔ کہ

"حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی وفات جون ۱۸۷۶ء میں ہوئی تھی۔ انہوں نے میرزا غلام قادر صاحب مرحوم کو اپنے شرکاء کے شر سے محفوظ رہنے کی وصیت کی تھی اور فرمایا تھا۔

کہ یہ شرارے ہیں میں نے خاکستر سے ان کو دبایا ہوا تھا۔ اڑانا نہیں۔

مگر ان کی وفات کے بعد واقعات نے صورت بدل لی۔ میرزا امام الدین صاحب جو ان کے برادر زادہ تھے نے بعض خاندانی وراثت کے مقدمات کا سلسلہ

قادیان کی ملکیت کا ایک حصہ میرزا اعظم بیگ صاحب رئیس لاہور کے ہاتھ فروخت کرا دیا۔"

اس بیان سے اس قلبی عناد کا پتہ چلتا ہے۔ جو میرزا امام دین صاحب کو باوجود جدی رشتہ دار ہونے کے حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے خاندان اور اولاد سے تھا۔ حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے ان کو شرارے کا نام دے کر ان کی خاصیت اور ماہیت کی نقاب کشائی کی تھی۔ اور اپنے لئے یہ کہہ کر میں نے ان کو خاکستر میں دبایا ہوا ہے۔ اپنے تدبر اور حکمت کا ثبوت دیا تھا۔

میرزا امام دین صاحب کی زندگی کے بعد کے واقعات نے بتلا دیا۔ کہ وہ اپنے قلب میں کس قدر شدید عناد رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں سلسلہ کے مخالفوں کی ہر طرح پیٹھ ٹھونکی۔ اور خود کبھی بھی مخالفت میں آگے بڑھنے سے گریز نہ کیا۔ چنانچہ مقدمہ دیوار میں بھی وہی سرکردہ تھے۔ مجھے اس وقت میرزا امام دین صاحب کی مخالفانہ زندگی پر کچھ نہیں لکھنا۔ مگر یہ ضرور بتلانا ہے۔ کہ وہ خاندان میں سے اور بیرونی دشمنوں میں سے اول المعاندین میں سے تھے۔ اور یہی ان کی زندگی کا کارنامہ ہے۔

مگر

خداتعالےٰ کی قدرت کا یہ ایک نشان ہے۔ کہ وہ

یخرج الحیّ من المیّت

مردوں میں زندہ پیدا کر دیتا ہے۔ و یخرج النور من الظلمات اور اندھیرے میں سے روشنی پیدا کر دیتا ہے۔ اس مردہ لاش میں سے جو روحانیت کے معیار سے بالکل مردہ تھی۔ یہ ایک زندہ

پیدا کر دی۔ چونکہ اس کا حصہ اس مردہ جسم کے ساتھ نہ تھا۔ اور اسے اس اندھیرے سے کوئی نسبت نہ تھی۔ اس لئے خداتعالےٰ نے ایسی راہ پیدا کر دی۔ وہ اس خانہ ظلمت سے نکالی گئیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہو بنائی گئیں۔ اگرچہ ابتدا میں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ان کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ مگر ان کے قلب کی صفائی نے ان کو حضرت مسیح موعودؑ سے اس قدر قریب کیا۔ کہ وہ آج مرنے کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو اور بیٹی ہونے کی حیثیت سے مقبرہ بہشتی میں ہی نہیں بلکہ چاردیواری میں سیدہ امۃ الودود کے پہلو بہ پہلو سوئی ہوئی ہیں۔ ان کا جینا مرنا اور اٹھنا اس باپ کے ساتھ نہ ہوا۔ جسے عداوت سلسلہ میں لطف محسوس ہوتا تھا۔ بلکہ اس باپ کے ساتھ ہوا۔ جو روحانی طور پر بھی اب باپ تھا۔ اور چچا اور خسر ہونے کے لحاظ سے جسمانی طور پر بھی باپ تھا۔

مرحومہ کی ہی نیکی کی وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ خان بہادر مرزا سلطان احمدؐ صاحب مرحوم کا خاندان جو بعض وجوہ سے حضرت مسیح موعودؑ سے دور ہو چکا تھا۔ اس قدر قریب ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اس گھر میں بہو بن کر آئی۔ میری مراد محترمہ سیدہ امۃ السلام صاحبہ سے ہے۔ جو جناب میرزا رشید احمدؐ صاحب سلمہ اللہ کی بیگم ہیں۔ اس طرح سے خاندان کا بکھرا ہوا شیرازہ بند ہوگیا۔ کٹا ہوا جوڑ جوڑ گیا۔ اس لئے کہ میرے علم کے مطابق بیگم صاحبہ تائی صاحبہ اور دیگر خواتین سے بہت پہلے سلسلہ میں داخل ہوئیں۔ اور یہ مسلمہ ہے۔

والفضل للمتقدم

مرحومہ محترمہ بہت بڑی مخیر اور دردمند دل رکھنے والی خاتون تھیں۔ غرباء کے ساتھ ان کو بڑا انس تھا۔ اور مخفی طور

کی وفات کی خبر سننے پر ہمارے گھر آئیں۔ اور گھنٹوں اسکی مجروح قلب ماں کو تسلی دیتی رہیں۔ اور آنسو بہاکر اس کے غم کے بوجھ کو ہلکا کرتی رہیں۔ اللہ اللہ! یہ اخلاق مجھے کبھی بھول نہیں سکتے

افسوس ان کی وفات سے پرانے مغل خاندان کی یہ آخری خاتون فوت ہوگئیں۔ اور اب تاریخ اس خاندان کے کسی پرانے انسان کی زندگی کا ذکر نہیں کرے گی

وہ مجسم دانائی اور نیکی تھیں بڑے گھر کا انتظام کرنے میں مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ ہم کو ان کی وفات کا شدید صدمہ ہے مگر خوشی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح سے فارغ البال اور سرخرو فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے میرزا رشید احمد صاحب کے پھلتے بڑھتے پھیلتے دیکھ لیا تھا۔ اور دیکھ لیا تھا۔ کہ وہ ہر طرح سے فارغ البال ہیں۔ خود ان کو کسی قسم کی پریشانی نہ تھی۔ خدا نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ جناب میرزا عزیز احمد صاحب ایم اے جو اگرچہ ان کے بطن سے نہیں ہیں۔ مگر ان کا ادب احترام میرزا رشید احمد صاحب سے کسی طرح کم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان کو سب سُکھ ہی سُکھ تھا

مرحومہ ایک عرصہ سے بیمار تھیں اور ایک سال سے ایسے خواب بھی دیکھا کرتی تھیں۔ کہ خان بہادر میرزا صاحب آتے ہیں۔ اور السلام علیکم کہتے ہیں۔ اور کبھی مصافحہ کرتے ہیں۔ اور کبھی ساتھ لیجانے کی خواہش کرتے۔ بالآخر ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت کے اعلیٰ مدارج پر فائز فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین۔

ان کے بطن سے صرف ایک اولاد میرزا رشید احمد صاحب ہیں۔ جو خود بھی بہت بڑے مخیر ہیں۔ اور در پردہ اور خفیہ طور پر قابل مدد لوگوں کی مدد کرکے یا اشاعت قرآن یا اسی قسم کی دوسری خدمات بجالاکر بہت خوش ہوتے ہیں مجھے معلوم ہے۔ کہ ایک دفعہ انہوں نے ایک معقول رقم خدمت قرآن کے لئے صرف کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے۔

اور اس خاندان کے سب افراد کو بڑھائے۔ اور پھیلائے آمین۔

الحکم کا اگلا نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ۲۸ ستمبر کو شائع ہوگا امید ہے احباب اس میں روحانی غذا کا ایک بڑا دسترخوان پائیں گے۔

کچھ غم اور کچھ خوشی کی خبریں!

انسان کی بھی عجیب حالت ہے۔ کبھی وہ ہنستا ہوتا ہے۔ اور اس ہنسی ہی میں رونا پڑجاتا ہے۔ اور کبھی رو رہا ہوتا ہے۔ اور اسی رونے میں ہی خدا تعالیٰ اسے ہنسا دیتا ہے۔ اور اسی خلیفہ نور دین صاحب جمونی کی وفات۔ مستری فیض احمد صاحب کی وفات۔ پہلی موت اس لئے کہ ناگہانی اور شباب کی موت تھی۔ خاندان شاہی کے ایک فرد کی موت تھی۔ نے ہم کو صدمہ پہنچایا۔ اور دوسری موتیں اسلئے کہ وہ سلسلہ احمدیہ کے نامور بزرگوں کی موتیں تھیں۔ ہمارے قلب کو حزیں بناگئیں۔

مگر

انہی دنوں میں ہم کو بعض ایسی خوشیاں بھی ملیں۔ جو ہمارے قلب کے لئے ایک صورت مداوا تھیں۔ میری مراد اس سے یہ ہے۔ کہ عزیز مکرم مہتہ عبد الخالق نے امریکہ میں جس نیک نامی سے سائنس آف جیالوجی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ ہمارے لئے باعث مسرت اس لحاظ سے ہے کہ عزیز مکرم مہتہ صاحب ہمارے پیارے بھائی جی بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی کے نور نظر ہیں۔

قادیان کے فرزند ہیں سلسلہ کے خادم خاندان نبوت کے فدا کار ہیں۔ ان کی ترقی ہماری ترقی ہے۔ اسی لئے ان کی اس کامیابی پر بھائی جی اور ان کی محترمہ اہلیہ صاحبہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

دوسری خوشخبری

برادرم مکرم اختر صاحب سابق لیبر وارڈن لاہور ترقی کرکے جے۔ اے۔ پی نارتھ۔ ویسٹرن ریلوے کے گرامی قدر عہدہ پر فائز ہوگئے ہیں۔ اختر صاحب نے قادیان میں پرورش پائی ہے۔ اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ قادیان میں گذارا انکو خاندان نبوت سے بڑی محبت ہے۔ اور اپنے بھائیوں کی خدمت و خاطر تواضع کرکے بہت خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اپنے احباب کا بہت وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی ترقی سے بھی ہم کو بڑی خوشی اور مسرت ہے۔ ان کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

تیسری خوشی

ماسٹر احمد حسن صاحب فرید آبادی ہمارے سلسلہ کے مخلص اور قابل قدر اہل قلم تھے۔ وہ تقریباً دو درجن کتابوں کے مصنف تھے۔ الفضل کی ایڈیٹری کا بھی کچھ عرصہ ان کو فخر حاصل رہا۔ پرانے احمدی تھے۔ عرصہ ہوا۔ کہ وہ وفات پاچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت وہ ایک چھوٹا سا لڑکا اور چھوٹی سی بچی چھوڑ کر فوت ہوئے۔ مگر آج وہ بچہ جوان اور صاحب علم ہوکر اپنا طبی کاروبار کررہا ہے۔ ان کی وہ ننھی بچی حمیدہ بیگم جوان ہوئی۔ اور اللہ کے فضل سے اسکی شادی امرت سر کے ایک اچھے گھرانے میں ہوئی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس یتیم بچی کی سرپرستی خود فرمائی۔ اور اسکی خوشی کی تقریب میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ ہم بھی اپنے مرحوم بزرگ کی بچی کی خوشی میں

جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی اول درجہ پر پہنچے۔ جن کی اب یہ بچی ربیبہ ہے مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

عجیب حالت کا نام

الضاحک الباکی ہے

ان دنوں کی خبریں ایسی آئیں۔ کہ طبیعت ان کے غم سے غمگین ہوئی۔ یعنی ڈیوک آف کینٹ کی وفات۔ کا ناگہانی حادثہ۔

حضرت خلیفہ نور الدین صاحب جمونی و مستری فیض احمد صاحب کی وفات پر گوہر کی اشکباری

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دو پرانے صحابی اور مخلص خادم یعنی جناب خلیفہ نور الدین صاحب جمونی اور جناب مستری فیض احمد صاحب آف جموں وفات پاگئے ہیں۔ خلیفہ صاحب کا جنازہ سری نگر سے یہاں لایا گیا۔ اور مقبرہ میں قطعہ خاص صحابہ میں دفن ہوئے۔ ان دونوں بزرگوں کے متعلق الحکم کی کسی آئندہ اشاعت میں لکھا جائیگا۔

ہم کو ان بزرگوں کی وفات کا صدمہ ہے۔ جناب خان صاحب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر نے ان کی وفات پر گوہر آبدار گرائے ہیں۔ جو ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

دوست تھے یہ میرے گوہر میرے دل میں درد ہے
ان کے غم میں میرا دل روتا ہے چہرہ زرد ہے

تو ہے اے جموں سیہ بخت اور بہت ہی بدنصیب
کھو دیئے تو نے خدائے لم یزل کے دو حبیب
وہ خلیفہ نور دین و فیض احمد محترم
جن کی فرقت سے ہمارے دل میں ہے اک موج غم
حضرت احمد کے تھے اصحاب یہ دونوں زعیم
دونوں تھے مہماں نواز اور صاحب خلق کریم
دونوں کے پسماندگاں کو دے خدا صبر جمیل
دل شکستہ دوستوں کو ہو عطا صبر جمیل
دونوں موتوں کی خبر آئی اچانک متصل
بار غم سے کیوں نہ ہوں پھر دل ہمارے مضمحل
اولیں بیعت میں شامل تھے خلیفہ نور دیں
شکر ہے عبد رحیم ان کے ہیں لائق جانشیں
فیض احمد کی بھی ہے اک قادیاں میں یادگار
یعنی ابراہیم[1] استاد شفیق و بردبار
ہیں خلف دونوں کے گرچہ باخرد اور ہوشیار
مرنے والوں کے الم سے سب کے سینے ہیں فگار
غم سے افسردہ نظر آتے ہیں سارے احمدی
ہے دعا سب کی خدا دے انکو جاہ سرمدی
خوش رہیں سب ان بچھڑنے والوں کے اہل و عیال
ہوں سعید و نیک طینت خادم دیں باکمال
نسل ہو سب ان بزرگوں کی شریف و باخدا
وہ خدا کے اولیا تھے یہ بھی ہوں سب اولیاء
لشکر محمود کے ہوں پہلواں یہ نیک مرد
سب شجاعت میں ہوں یکتا اور قربانی میں خرد

دوست تھے یہ میرے گوہر میرے دل میں درد ہے
ان کے غم میں میرا دل روتا ہے چہرہ زرد ہے

---

[1] اخویم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب محترم مستری فیض احمد صاحب کے صاحبزادے نہیں ہیں۔ بلکہ بھانجے اور داماد ہیں۔ لیکن ان کا مستری صاحب مرحوم سے ایسا تعلق ادب تھا۔ کہ عام لوگ ان کو باپ بیٹا ہی خیال کرتے رہے ہیں۔ اس لئے خان صاحب موصوف نے بھی ان کو بیٹا ہی لکھا ہے۔ (ایڈیٹر)

قرآن کریم کے حقایق و معارف

(۲)

رکوع

عام مطالب اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے مندرجہ ذیل امور بیان فرمائے ہیں:-

اول - ماموریں کی بعثت کے ابتدائی ایام میں بہت ہی کم لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ ماننے والوں میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہوتی ہے۔ جو حکومت کے خوف اور دوسرے اثرات کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ گو وہ مکذب نہیں ہوتے اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کے ابتدائی ایام کا ذکر فرمایا۔ کہ موسیٰ ع کی قوم کا کچھ حصہ ان پر ایمان لایا۔ اور جو ایمان نہ لائے وہ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف سے کسی فتنہ سے ڈر رہے تھے

دوم - کسی قوم کی اخلاقی جرأت۔ اور دلیری کی قوتیں جابر حکومت کی وجہ سے مر جاتی ہیں۔

سوم - قومیں کس طرح بنتی ہیں۔ اس گُر کو بتایا ہے۔ کہ ان میں ایمان اور اسلام ہو۔ یعنی بات ماننے اور فرمانبردار کرنے کا مادہ ہو۔ جب کوئی قوم اس پر صدق دل سے قائم ہو جاوے۔ اور پھر خدا تعالےٰ پر بھروسہ کر کے اپنی متحد قوت سے اتحاد فی العمل کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے نجات دے دیتا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا ہے۔ کہ کامیابی کے لئے اتحاد فی العمل بھی ہو۔ اور دعاؤں سے بھی کام لیا جائے۔

چہارم - خدا تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو قوم میں وحدت اور اتحاد فی العمل کی قوتیں پیدا کرنے کے چند اصول بتائے ہیں۔ کہ کس طرح پر جسمانیات سے اخلاقیات اور روحانیات کی طرف ترقی کی جا سکتی ہے۔ قومی انتشار کو دُور کرنے کے لئے بتایا۔ کہ تم مصر کے ایک حصہ میں رہائش اختیار کر لو۔ اور اپنے گھروں کے ایک محلہ میں رہو۔ اس سے بغض اور حسد دُور ہو جائے گا۔ اور باہم محبت و اخوت اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ پھر باہم ایک نظام ہو۔ باہم ارتباط بڑھاؤ۔ دعاؤں کی پابندی کرو۔ اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دو۔

پنجم - بتایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ انبیاء کے منکرین کو خواہ وہ بادشاہ بھی ہوں۔ ان کے مقابلہ میں ناکام و نامراد کر دیتا ہے۔ اور اس کو حضرت موسیٰ ع اور فرعون کے مقابلہ سے ثابت کیا ہے۔

ششم - فرعون کی لاش کو موجود رکھنے کی پیشگوئی کر کے قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایک ابدی شہادت اور دلیل قائم فرمائی۔

حل لغات ذریۃ۔ موسیٰ ع کی قوم کے لوگ۔ فتنہ۔ کھرے کھوٹے کو الگ کرنا۔ گمراہ کر دینا۔ جلا دینا۔ روکنا۔ تبوّا۔ ٹھیر جاؤ۔ رہائش اختیار کر لو۔ قبلہ۔ جہت۔ نوع۔ قسم۔ جس کی طرف منہ کیا جاوے۔ طمس۔ ہلاکت۔ نشان کو مٹا دینا۔ اشدد علیٰ قلوبھم۔ ان کے قلوب پر حملہ کرو۔ زینۃ۔ مال اور اولاد۔

تفسیری نوٹ پچھلے رکوع میں حضرت نوحؑ کا ذکر فرمایا تھا۔ حضرت نوحؑ کا زمانہ حقارت کا تھا۔ وہ لوگ حضرت نوح کی تحقیر کرتے تھے۔ اسلئے کہ ان کی قوم نے ان کو مانا نہیں تھا۔ اور وہ گویا تنہا ہی تھے۔ برخلاف اس کے حضرت موسیٰ ع کی قوم ساتھ تھی۔ گو ان میں سے سب کے سب حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان نہ لائے تھے۔ مگر قومی حیثیت سے ساتھ تھے۔ اس لئے حقارت کی بجائے ان پر جبر ہوتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ایسے وقت کے لئے جبکہ کسی قوم پر جبر ہوتا ہو۔ اور حکومت قہری سے نجات پانا مقصود ہو۔ چند اصول اور گُر تعلیم کئے ہیں جن کو خدا تعالےٰ حضرت موسیٰ اور اسکی قوم کے واقعات کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ ان واقعات پر اگر غور کیا جاوے۔ تو محکوم اور مغلوب قوموں کی آزادی کا راز سمجھ میں آجاتا ہے۔

حکومت کے جبر اور بعض دوسرے اس قسم کے اسباب انسان کی اخلاقی قوتوں کو مردہ بنا دیتے ہیں۔ یا کمزور کر دیتے ہیں۔ خصوصًا اخلاقی جرأت مفقود ہو جاتی ہے۔ اور ان قوتوں کو زائل اور کمزور کرنے والی چیز خوف ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام سب سے پہلے بزدلی کو دور کرتے ہیں۔ اور جرأت پیدا کرتے ہیں۔ وہ صرف خدا ہی سے خوف اور خدا ہی پر امید کا ترقی بخش پیغام لے کر آتے ہیں۔ حکومت کے جبر اور استبداد کا خوف انسان کو اظہار حق اور اعلان ایمان سے بھی روک دیتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایمان نہ لانے کے واقعہ کو بیان کرتے وقت خدا تعالےٰ نے اس میں ہم کو بتایا ہے۔ فرمایا امن موسیٰ الآیۃ موسیٰ ع پر اسکی قوم کے ایک حصہ کے سوا ایمان نہ لائے۔ اس خوف کی وجہ سے کہ فرعون اور اس کے سرداروں کو کسی عذاب و ابتلا میں نہ ڈال دیں۔ اور لاریب فرعون زمین پر بہت تکبر اور ظلم کرنے والا تھا۔ (اپنے ظلم و استبداد میں ہی) وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

جب ایسی حالت ہو۔ کہ کوئی قوم حکومت کے جبر و استبداد سے ذلیل حالت میں ہو۔ تو اسکی ترقی کی ایک ہی راہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ پر توکل کرے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اس جبر اور ذلت کی حالت سے نجات دلانے کے لئے یہ گُر تعلیم کرتے ہیں۔ وقال موسیٰ لقومہ۔ اور موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا۔ اے قوم! اگر تم فی الواقع ایمان لائے ہو۔ تو اعتماد کلی خدا پر رکھو اگر تم مسلمان ہو۔

نکتہ قرآن کریم پر پُر غور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب ایمان اسلام کے مقابلہ میں آجائے۔ تو اس ایمان کے معنے ہوتے ہیں یقین کامل اور اسلام کے معنے اطاعت ظاہری۔

دو قسم کی اطاعتیں ہیں۔ ایک اطاعت قلبی وہ ایمان کامل سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری اطاعت ظاہری وہ اسلام کا عام مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے۔ چونکہ اس مقام پر اسلام ایمان کے بعد رکھا ہے۔ اس لئے یہ بتایا ہے۔ کہ قلبی ایمان کے بعد لازم ہے۔ تم میں عملی تغیر ہو۔ اور وہ کامل فرمانبرداری کی صورت میں ظاہر ہو۔ اس لحاظ سے مومن کے لئے پہلے ایمان آئے گا۔ اور بعد میں اسلام۔ اور کافر کے لئے پہلے عمل آتا ہے۔ اور پیچھے ایمان۔ ان کنتم مسلمین۔ اگر تم مسلمان بننا چاہتے ہو۔

اسلامی روح کیونکر پیدا ہوتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا۔ کہ ایمان کامل کی نشانی یہ ہے۔ کہ تم میں کامل فرمانبرداری کی روح ہو۔ یعنی

تم میں عملی قوت پیدا ہو

ونعم ما قیل۔ ؎

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہِ کنعاں را گزیں

یہ عملی قوت کس طرح نشو و نما پاتی ہے۔ اس کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو بتاتے ہیں۔ کہ اگر تم مومن ہو۔ تو اللہ پر اعتماد کلی کرو۔ خدا تعالیٰ پر اعتماد کلی انسان کے اندر حقیقت اسلام پیدا کر دیتا ہے۔ اور کامل اطاعت اور فرمانبرداری کی قوتوں کو نشو و نما دیتا ہے۔ جب تک انسان اپنی تمام تدابیر اور کوششوں کو اللہ تعالےٰ کے اعتماد پر نہیں چھوڑ دیتا۔ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے رہنماؤں لیڈروں اور خدا تعالےٰ کے انبیاء کے طریق اصلاح میں بھی ایک نمایاں فرق ہے۔ اور خدا کے نبی اپنی قوم اور جماعت کو خدا تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا سکھاتے ہیں۔ مگر سیاسی رہنما اور لیڈر اپنی کوششوں اور تدابیر پر انحصار کرتے ہیں۔ اور اس طرح پر قوم کی ایمانی قوتوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے مدنظر محض خدا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام کامیابیاں خدا ہی میں ہو کر حاصل کرتے ہیں۔ اور قوم اور جماعت کو اسی محور پر چلاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ ع نے بھی اپنی قوم کو یہی ہدایت کی۔ کہ ایمان کامل کا نتیجہ کامل فرمانبرداری ہے۔ اور کامل فرمانبرداری اس سے پیدا ہو گی۔ کہ

خدا تعالیٰ پر کامل اعتماد کرو

اپنی تدابیر اور مساعی پر بھروسہ نہ کرو۔ تدابیر اور کوششوں کو پورے طور پر کرتے ہوئے بالآخر خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرو۔ یہ گویا ایک عہد تھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اقرار کیا۔

فقالوا علے اللہ توکلنا

موسیٰ ع کی جماعت نے کہا۔ ہم نے اللہ پر توکل کیا۔

ایک نیک عمل دوسرے کا باعث ہو جاتا ہے یہ ایک طبعی اصول ہے۔ کہ ایک فعل دوسرے کا سبب ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب کوئی نیک عمل کیا جاوے۔ تو وہ دوسرے نیک عمل کا محرک اور موجب ہو جاتا ہے۔

جب موسیٰ ع کی قوم نے خدا تعالےٰ کے حضور موسیٰ ع کے ہاتھ پر یہ عہد کیا۔ کہ ہم نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا۔ تو ان کی ایمانی اور قلبی حالت میں ایک خاص جوشش اور خشوع خضوع اور حالت دعا پیدا ہو گئی تب انہوں نے خدا تعالےٰ کے حضور دعا کی

ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین

موسیٰ ع کی قوم کی دعا اے ہمارے رب تو ہم کو ظالم قوم کے لئے فتنہ کا سبب نہ بنانا۔ اس کے یہ معنے بھی ہیں۔ کہ ظالم قوم کے عذابوں کا نشانہ نہ بنانا۔ اور اپنی رحمت کے ساتھ کافروں کی قوم سے نجات دے۔

یہ موسیٰ ع کی قوم کا آغاز کار ہے۔ انہوں نے اپنی نجات کے لئے حضرت موسیٰ ع کی سیادت اور قیادت میں جو عملی قدم اٹھایا۔ وہ دعا سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے سبق ملتا ہے۔ کہ انسان کو جہاں اپنی کامیابی کے لئے اپنی عملی تدابیر کے بعد خدا تعالیٰ پر اعتماد کلی کرنا چاہیئے۔ وہاں اسکی بھی ضرورت ہے۔ کہ اس کے لئے خدا تعالےٰ سے دعائیں کرتا رہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل اور رحمت کا طالب رہے۔ اب اس کے بعد اللہ تعالےٰ وہ گُر تعلیم فرماتا ہے۔ جن پر عمل کر کے مغلوب قومیں ظالموں اور جابروں کے پنجہ سے نجات حاصل کرتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

واوحینا الیٰ موسیٰ واخیہ الآیۃ

قومی ترقی اور جابر انہ تعدی سے نجات پانے کے اصول اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی۔ کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں رہنے کیلئے مکان بناؤ۔ اور اپنے گھروں کو آمنے سامنے بناؤ۔ اور نمازوں کو باشرائط ادا کرو۔ اور مومنوں کو بشارت دو۔

اصولی طور پر اس میں تین باتیں بیان کی ہیں۔ اور آخری چوتھی بطور نتیجہ کے بشارت ہے۔ جس میں معنًا بتایا گیا ہے۔ کہ کامیابی تمہارے لئے مقدر ہے۔ ان اصولی باتوں میں سے پہلی یہ ہے۔ کہ تم مصر میں اپنی قوم کے لئے گھر بناؤ۔ مصر سے مراد ملک مصر کا دار السلطنت ہے۔ اس وقت بھی قاہرہ جو مصر کا دار الخلافہ ہے۔ مصر ہی کہلاتا ہے۔ اس میں اصل نکتہ یہ تھا۔ کہ اس وقت تمہاری

قومی آبادی منتشر نہ ہے۔ اس لئے پہلی بات یہ کرو۔ کہ وہ متفرق اور منتشر نہ رہے۔ بلکہ ایک جگہ اکٹھی ہو جاوے۔

دوسری بات یہ کہ اپنے گھروں کو قبلہ بنالو۔ ایک دوسرے کے سامنے ہوں۔ اس میں یہ بتایا ہے۔ کہ محلہ اور گلیاں تمہاری ہو جائیں۔ یہ اصول نہایت کارآمد اور بابرکت ہے۔ ہندوستان میں جو ہندو مسلمانوں کے فساد ہوئے۔ ان میں محلوں اور گلیوں کی اس خصوصیت نے اپنی مقابل قوم کو کسی قدر نقصان پہنچایا۔

آمنے سامنے گھروں کے ہونے سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت اور باہم ہمدردی اور محبت پیدا ہوتی رہتی ہے۔

دوسرے معنے قبلہ کے یہ بھی ہیں۔ کہ ایک جہت پر بناؤ۔ یعنی ایک محلہ پر اپنا قبضہ کرلو۔ آبادی منتشر نہ رہے۔ یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ سب کے رخ ایک طرف ہوں۔ اس میں یہ تعلیم مقصود تھی۔ کہ اپنے اندر اتحاد پیدا کرو۔ بڑے اور چھوٹے ایک ہو جاؤ۔

تیسری بات یہ کہ اقیموا الصلوٰۃ۔ پہلی دو باتیں ظاہری اسباب کے متعلق تھیں۔ یہ تیسری اس تعلیم کا عملی اظہار ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ پر اعتماد کلی کے لئے دی تھی۔ اس میں اعتماد کلی کا عملی مظاہرہ ہے۔ اقام الصلوٰۃ کے معنے نماز کو اسکی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ حقیقت میں نماز کا مغز اور روح اسی وقت پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ اس کو پوری شرائط کے ساتھ بالتزام ادا کیا جاوے۔

اگر یہ تینوں باتیں پیدا ہو جائیں۔ اور ان تدبیروں پر قوم عمل کریگی۔ تو اس کے لئے کامیابی یقینی ہے۔ اسی لئے ان کے بعد فرمایا۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

اور مومنوں کو بشارت دو۔

حضرت موسیٰ ؑ نے خدا تعالےٰ کی وحی سے جو اصول نجات اپنی قوم کو تعلیم کئے ہیں۔ ان کی تہ میں یہ باتیں ہیں۔ (۱) اکٹھے ہو کر رہو (۲) بغض و حسد کو دلوں سے نکالدو۔ (۳) ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (۴) کام میں نظام ہو۔ (۵) چھوٹوں اور بڑوں میں ارتباط بڑھاؤ۔ (۶) دعاؤں کی پابندی (۷) استقلال۔ یہ امور ہیں۔ جو قومی کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔

اپنی قوم کو وحی الٰہی سے پائی ہوئی کلید کامیابی بتا کر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا تعالےٰ کی جناب میں توجہ کرتے ہیں۔ اور ربانی نصرت اور تائید کو طلب کرتے ہیں۔

وقال موسیٰ ربنا الآیۃ

اور موسیٰ ؑ نے کہا۔ کہ اے میرے رب تونے فرعون اور اس کے سرداروں کو اولاد اور مال دیا ہے۔ اس ورلی زندگی میں اے ہمارے رب جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کرنے لگے ہیں۔ اے ہمارے رب ان کے مالوں کو مٹا ڈال۔ اور ان کے دلوں پر حملہ کر۔ (یعنی اولادوں پر سختیاں کر)

فرعون کے خلاف دعائے موسوی کی حقیقت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا فرعون اور اس کے سرداروں کے متعلق کی ہے۔ بظاہر یہ بددعا معلوم ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ کے ایک نبی کی شان سے جو دنیا کی ہدایت کے لئے آتا ہو یہ امر بعید معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ بددعا نہیں دعا ہی ہے۔ جو فرعون اور اس کے سرداروں کے لئے کی ہے۔

اول حضرت موسیٰ علیہ السلام گمراہی کے اسباب کو پیش کرتے ہیں جو دراصل گمراہی کے نہیں۔ بلکہ شکرگذاری کی روح اور ایمانی کیفیت کے پیدا ہونے کا موجب ہونے چاہیئے تھے۔ اور وہ اموال اور اولاد کی عطا ہے۔ المال اور اولاد خدا تعالےٰ کی نعمت ہے۔ مومن اور عبد شکور ان کے ملنے پر خدا تعالےٰ کا شکر کرکے تعلق بڑھاتا اور مزید فضلوں کو حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن نادان اس پر اترا کر خدا تعالےٰ کے غضب کو قریب کر لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے سرداروں کی حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ اور دراصل ان کے رحم کے جذبات جوش میں ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب تونے یہ مال و دولت اور اولاد ان لوگوں کو اس لئے تو نہیں دیا تھا۔ کہ یہ تیری راہ سے گمراہ کریں۔ مگر انہوں نے اس مال و دولت اور اولاد کا صحیح استعمال نہ کیا۔ اور شکر نہ کیا۔ اور بجائے ہدایت کے گمراہی کا ذریعہ بنالیا۔ اور اب یہ اس حالت تک پہنچ گئے ہیں۔ کہ یہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے۔ جب تک عذاب الٰہی کو نہ دیکھ لیں۔ پس جو چیزیں ان کی راہ میں روک ہیں۔ ان پر حملہ فرما۔ اب غور کرو۔ کہ دراصل یہ ان کی ہدایت کی دعا ہے۔ جو چیز ان کی راہ میں روک ہے۔ اس کو اٹھا دینے کی دعا ہے۔ اور وہ دو ہی چیزیں تھیں۔ اموال اور اولاد۔ اس لئے ان کے متعلق ہی موسیٰ ؑ نے دعا کی۔ اور چونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ عذاب الیم کے بغیر نہیں مان سکتے۔ اس لئے مجبوراً انہوں نے یہی دعا کی۔

زینۃ کے معنے اولاد کے بھی ہیں۔ اور خود یہ آیت زینۃ و اموالاً کہہ کر ثابت کرتی ہے۔ کہ زینۃ سے مراد اولاد ہے۔ اولاد کے صدمہ سے بھی یہ مراد ہے۔ کہ ان کے بچے مسلمان ہو جائیں۔ اور اولاد پر حملہ سے یہی مراد ہے۔ اور اگر تباہی بھی مراد ہو۔ تو پہلے اموال پھر اولاد۔ قلوب پر حملے سے اولاد ہی پر حملہ مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ اولاد کے مرنے کا اثر قلب پر سخت ہوتا ہے۔ دوسرے اگر وہ مسلمان ہوں۔ تو بھی سخت صدمہ ان کو ہوگا۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا بظاہر بددعا کا رنگ رکھتی ہے۔ لیکن حقیقت میں فرعون اور اس کے سرداروں کی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ اور اس میں عذاب الیم کے آنے کی دعا بھی ہے۔ خدا تعالےٰ نے موسیٰ ؑ کو اس دعا کی قبولیت کا مژدہ دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

قال قد اجیبت دعوتکما الآیۃ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ پس جس کام کے لئے تم کو کھڑا کیا ہے۔ اس پر قائم رہو۔ اور جو لوگ نہیں جانتے ان کی باتوں پر نہ چلنا۔

ہارون ؑ دعا میں کسطرح شریک ہوئے

خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی ہے۔ حالانکہ بظاہر قرآن مجید کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا موسیٰ ؑ نے کی تھی۔ اصل یہ ہے۔ کہ موسیٰ ہی کی دعا میں ہارون بھی شریک تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام ربنا کہہ کر دعا کرتے تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے قبولیت دعا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔

قبولیت دعا کے دو گر

اس آیت پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اپنے مقام اور مقصد کو ترک نہ کرے۔ اور وہ لوگ جو حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ اور خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں لایعلم یا جاہل ہوتے ہیں۔ ان کی اتباع نہ کی جاوے۔ کیونکہ وہ اصل مقصد سے دُور لے جاتے ہیں۔

اوّل۔ استقامت۔ یہ ایسی چیز ہے۔ کہ معجزات کا صدور اس سے ہوتا ہے۔ بلکہ کہتے ہیں الاستقامۃ فوق الکرامۃ مومن کے لئے مستقیم الاحوال رہنا ضروری ہے۔ یہ دعاؤں کو قبولیت کا شرف دیتی ہے۔

دوم ایسے موقعہ پر کافر اور منکر اصل مقصد سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اسکی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔

خدا تعالےٰ کے نبی ایسے لوگوں کی اتباع نہیں کیا کرتے۔ اسلئے کہ ہر وقت خدا تعالےٰ کی وحی ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو یہ فرمایا گیا۔ اس سے قوم کو تعلیم دینا مقصود ہے۔ دوسرے چونکہ یہ بات شریعت سے تعلق رکھتی ہے۔ اور انبیاء بھی بشر ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے آگاہ کر دیا۔ کہ یہ منکر اور مخالف لوگ بحث مباحثہ کی نئی طرح ڈال کر اصل مقام سے الگ کرنا چاہیں گے۔ اس کو نہ چھوڑنا۔ اب اسی قبولیت دعا کے لئے خدا تعالیٰ اسباب پیدا کرتا ہے۔ اور اسکی تجلی کو واقعات اور حالات کے رنگ میں ظاہر کر دیتا ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الآیۃ۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گذار دیا۔ پس ان کے پیچھے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر آیا۔ (اتبعھم میں پکڑنے کی شرط نہیں ہوتی۔ بلکہ پیچھے آنا مقصود ہوتا ہے۔ عرفانی) سرکشی اور تعدی کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جب اس کے غرق ہونے کا وقت آ گیا۔ تو اس نے کہا۔ میں ایمان لایا۔ کوئی معبود نہیں۔ مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ (یعنی میں بنی اسرائیل کے مسلمہ خدا پر ایمان لایا) اور میں مسلمان ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کیا اب؟ اس سے پہلے تو تو نافرمانی کرتا رہا۔ اور مفسدوں میں سے تھا۔

آج ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے۔ تاکہ وہ تیرے پچھلوں کے لئے ایک نشان ہو جاوے۔ اور بہت سے لوگ ہماری آیات سے البتہ غفلت برتتے ہیں۔

موسوی دعا کا ظہور اور فرعون کا انجام

موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کو فرعون کی جبر و تعدی سے نجات پانے کے لئے خدا تعالےٰ کی وحی سے بتائے ہوئے گُر بتائے۔ اور پھر جب وہ یہ عہد کر چکے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے خود دعا کی۔ اور خدا تعالےٰ نے اس دعا کی قبولیت کی بشارت دی۔ اور قبولیت دعا کے ثمرات کو محفوظ رکھنے کے لئے ان آفات سے آگاہ کیا۔ جو ایسے موقعہ پر سدّراہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰ کی معیت میں رہائی سے ہجرت کا حکم دیا۔ فرعون کا فرض یہ ہونا چاہیئے تھا۔ جب ایک قوم اس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ہجرت کرتی ہے۔ تو اسکی راہ میں روک نہ ہو۔ اور ان کا پیچھا نہ کرے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ ان لوگوں کے پیچھے اپنا لشکر لیکر گیا۔ یہاں سے یہ نکتہ معرفت معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ وقت کی اطاعت کا حکم ہے۔ لیکن اگر وہ مذہب میں مداخلت کرے۔ اور یا اس قسم کا جور و ستم کرے۔ جو ناقابل برداشت ہو۔ تو بغاوت نہ کی جاوے۔ ایسے لوگوں کو اگر وہ چاہیں۔ ہجرت کر جانے دے۔ اس میں مداخلت نہ کرے۔ اگر وہ ایسے وقت پر مداخلت کرے گا۔ تو وہ خود باغی ہو جاوے گا۔ اور ایسی جگہ اس سے جنگ جائز ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر نکل گئے۔ اور سمندر کے پار ہو گئے۔ فرعون نے ظلم و تعدی کی راہ سے ان کا پیچھا کیا۔ اور انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اور اس کے ساتھی غرق ہو گئے۔ جب اس کے غرق ہونے کا وقت آیا۔ تو اس پر کشف حقیقت ہو گیا۔ اور اس نے یقین کر لیا۔ کہ موسیٰ کی دعوت حق ہے۔ اور جس خدا کی طرف وہ بلاتا ہے۔ اور بنی اسرائیل جس پر ایمان لائے ہیں۔

وہی حقیقی معبود و مطلوب اور مقصود ہے

اس لئے نہایت تذلل کے ساتھ اس نے اس کا اقرار کیا۔ یہ مقام فرعون کے کمال تذلل کے اظہار کا ہے۔ بنی اسرائیل اس کے غلام تھے اور وہ ان پر ہر قسم کی ذلت آمیز سختیاں کرتا تھا۔ مگر اس عذاب الیم کو دیکھ کر وہ اپنے مقام سے جس کا اظہار وہ (انا ربکم الاعلیٰ) کہہ کر کرتا تھا۔ اتر آتا ہے۔ اور کمال انکسار کے ساتھ کہتا ہے۔ کہ میں اس خدا پر ایمان لایا۔ جو بنی اسرائیل کا خدا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے اس ایمان کا جو جواب دیا ہے۔ وہ بہت ہی قابل غور ہے۔

فرمایا کیا اب؟ اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ اس وقت وہ ایمان اس کو نفع نہیں دے سکتا تھا۔ نہیں بلکہ یہ کہ تیرے ایمان کی عظمت اور شان بڑھ جاتی۔ اگر تو اس وقت ایمان لاتا۔ جبکہ موسیٰ نے پہلے دعوت دی تھی۔ تیرے ساتھ ہی سارا ملک مومن ہو جاتا۔ اس لئے اب یہ اتنا عظیم الشان نہ رہا۔ ہاں آج ہم تیرے جسم کو نجات دیدیں گے۔ تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے یہ نشان ہو۔

قرآن کریم کا عظیم الشان معجزہ

یہ قرآن شریف کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ کہ اس نے دنیا کو بتایا۔ کہ فرعون کی لاش محفوظ رہی تھی۔ چنانچہ آج تک یہ لاش مصر کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ میں نے (خلیفہ ثانی) اور میرے ساتھیوں نے اسکو دیکھا ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور آپ کے رفقائے سفر نے ۱۹۲۴ء کے سفر لندن میں اسے دیکھا۔ عرفانی) یہ چھوٹے قد کا ہے۔ جس کے چہرہ سے رعونت اور بے وقوفی ٹپکتی ہے۔

٭ فرعون [illegible] حضرت موسیٰ [illegible] پیدا ہوئے انکا نام

رامسیس ثانی تھا۔ اور جس کا مقابلہ کیا۔ اسکا نام منفتح تھا۔ واقعہ فرعون سے سبق:۔ واقعہ فرعون سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ مومن کو ایمان لانے کے لئے جلدی کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ کیا معلوم ہے پھر توفیق ملے یا نہ ملے۔ فرعون کی نجات کے متعلق بھی بحث ہوئی ہے۔ محی الدین ابن عربی کا یہ مذہب ہے کہ فرعون نجات پا ئیگا۔ کیونکہ اس لاش کا [illegible]

الحکم

معزز معاصر ریویو آف ریلیجنز اردو نے اپنے قیمتی پرچے کی تازہ اشاعت میں جو ماہ ستمبر کی ہے۔ الحکم کے متعلق ایک اداریہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ ہم مدیر محترم کی اس کرمفرمائی کے لئے شکر گذار ہیں۔ جہاں تک انکی نصیحت الحکم کے کارکنوں کے متعلق ہے۔ ہم اس پر عمل کرنے کے لئے ہر امکانی سعی کو عمل میں لائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور کوشش کریں گے۔ کہ ان کی نصیحت پر پورا پورا عمل ہو۔ باقی جو فرض احباب کا ہے۔ اس کا جواب ان کا عمل خود دے گا۔ بہرحال ہم جذبات امتنان سے لبریز ہوں۔ کہ مدیر محترم نے کلمہ خیر کہہ کر حق معاصرت ادا فرما دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ذیل میں ریویو کا اصل مضمون قارئین کرام کے علم کے لئے شائع کر رہا ہوں۔ (ایڈیٹر)

الحکم

"حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے اس طرۂ افتخار کو کوئی دبا نہیں سکتا۔ کہ آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار نویس ہیں۔ اور آپ نے اخبار "الحکم" کے ذریعہ تکمیل اشاعت کے کام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس درجہ خدمت کی۔ کہ حضور ع نے اس اخبار کو اپنا ایک بازو قرار دیا۔ نہ صرف اشاعت ہی کے پہلو سے۔ بلکہ اب اس جہت سے بھی اس اخبار کا پایہ بہت بلند ہے۔ کہ یہ سلسلہ کی تاریخ کا محافظ ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۴۱ء کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر "الحکم" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ:-

"اس نے ابتدائی زمانہ میں ایسی خدمت کی ہے کہ جماعت اس کا بدلہ نہیں اتار سکتی۔ سلسلہ کی بہت سی تاریخ اسکی وجہ سے محفوظ ہے۔ اگر دوست اسکی پرانی خدمات کی وجہ سے ہی اس کی مدد کر دیا کریں۔ تو یہ بھی اچھی بات ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی چل نکلے۔ آخر جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں۔ تو ان کی خدمت بھی تو انسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ کوئی کام وغیرہ نہیں کر سکتے۔ مگر جو خدمت بھی بڑھاپے میں ان کی کرنی پڑے۔ انسان کرتا ہے۔ کوئی گھر سے تو نہیں نکال دیتا۔ بلکہ شرفاء تو ایسے وقت میں زیادہ خدمت کرتے ہیں۔ اس صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے دوست "الحکم" کو کم از کم اتنا ہی سہارا دیتے جائیں۔ کہ اسے یہ کہنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ کہ دوست اس کے جاری رہنے میں کوئی مدد نہیں کرتے۔"

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے اس ارشاد گرامی کے بعد یقیناً کسی اور تحریک کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن اول ثواب میں شرکت کے لئے پھر اپنا فرض سمجھتے ہوئے اور اس لئے کہ شاید کوئی شخص ان ارشادات عالیہ کے سننے سے محروم رہ گیا ہو۔ یا کم از کم تذکیر ہی کا فائدہ دے۔ ہم بڑے زور سے احباب جماعت کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس **قومی مجاہد** کی اعانت کا فرض ادا کریں ۱۸۹۷ء میں "الحکم" کا آغاز ہوا۔ ۱۹۱۳ء تک باقاعدہ جاری رہا۔ پھر ۱۹۱۴ء سے دوسری بار جاری ہوا۔ اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح اول رض نے اس کے جاری رکھنے کے لئے "عرفانی کبیر" سے عہد لیا۔ اس کے بعد اس میں وقفہ بھی پڑ جاتا رہا۔ لیکن یہ صورت خورشید ڈوب ڈوب کر ابھرا۔ پیچھے جنگ کی وجہ سے کاغذ کی ہوشربا گرانی کے باعث اسکی اشاعت میں وقفہ پڑ گیا تھا۔ لیکن مئی ۱۹۴۲ء سے اب پھر جاری ہوا ہے۔ اور اس نے جماعت سے تعاون کی تحریک کی ہے۔ ہمارے نزدیک بغیر اس کے جو "الحکم" جماعت سے استمداد کرتا۔ جماعت کا فرض تھا۔ کہ وہ خود بخود اس طرف متوجہ ہوتی۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار کی حیات نو سے خوشی ہوتی جسکی زندگی کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ وہ ذکر حبیب کو تازہ رکھے۔ لیکن اب کہ خود اس نے جماعت سے مطالبہ کیا ہے۔ ہم بڑے زور سے جماعت کو متوجہ کریں گے۔ کہ اسکی یہ پکار صدا بصحرا ثابت نہ ہو۔ بلکہ زندہ قوموں کی طرح اس کا عملی جواب دیا جائے۔

"الحکم" کے فاضل مدیر مسئول جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کی یہ محنت قابل صد تحسین و آفرین ہے۔ کہ گو دائم المرض اور خطرناک جسمانی عوارض کا عرصہ سے شکار ہونے کے باعث ان کی صحت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ مگر باوجود اس کے جب بھی انہیں ذرا آفاقہ ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے تئیں کسی کام کے قابل پاتے ہیں۔ تو سب سے پہلے ان کی توجہ سلسلہ کے اس قدیم اخبار کے احیاء و اجراء کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اب بھی یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ اخبار پھر سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ ایک مریض کی یہ ہمت تندرستوں کے لئے باعث رشک ہونی چاہیئے۔ ہماری یہ دلی تمنا ہے۔ خدا اسے پورا کرے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس زمانہ کی یہ پیاری یادگار ہمیشہ زندہ اور قائم رہے۔

بالآخر ہم "الحکم" کے کارکنوں سے بھی یہ گذارش کریں گے۔ کہ اب کہ وہ اخبار کو ہر قیمت پر جاری رکھیں اور ہرگز بند نہ ہونے دیں۔ تا خریداروں کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ اس طرح کچھ عرصہ تک اخبار کو خسارہ تو ضرور ہوگا۔ لیکن انجام کار انشاء اللہ اخبار چل نکلے گا۔ اور سب خسارے پورے ہو جائیں گے۔ پائیدار کامیابی کے لئے استقامت و استقلال شرط ہے۔ جب اخبار باقاعدگی سے شائع ہوگا۔ تو جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے ناقدردان نہیں ہے۔ وہ اسکی خدمات کی صحیح معنوں میں قدر کرے گی۔ اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنا دے گی۔ خدا کرے۔ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

بقایادار صاحبان کی خدمت میں وی۔ پی آ رہے ہیں۔

میرا سفر حیدرآباد

(۲)

میں یہاں سے ۱۵ جون کو اس سفر کے لئے نکلا تھا۔ امرتسر سے ہم نے پارسل ایکسپریس پر سوار ہونا تھا۔ وہ غیر معمولی طور پر لیٹ تھی۔ تین گھنٹہ کے شدید انتظار کے بعد گاڑی آئی۔ انٹر کلاس کا ایک ہی ڈبہ تھا۔ اور وہ بھی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مگر ہم برادرم ابراہیم صاحب عرفانی کی ہمت سے اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ جو مجھے امرتسر تک سوار کرانے کے لئے آئے تھے۔ اس سفر میں جس جگہ مجھے جگہ ملی۔ وہاں ایک سکھ بزرگ نہایت عمدہ سفید ریش تشریف فرما تھے۔ ان کے ساتھ دو نوجوان لڑکے تھے۔ جو خوب عمدہ انگریزی لباس میں ملبوس تھے۔ ان کے چہروں پر ڈاڑھی کا آغاز بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی گفتگو بہت مہذب تھی۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ برہما سے واپس آئے ہوئے لوگوں میں سے ہیں۔ سرہند میں ان کا قیام ہے۔ اور برہما میں بہت وسیع پیمانے پر تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ مگر واپس آنا پڑا۔ آج کسی کام کے لئے لاہور گئے تھے۔ اور آج ہی واپس ہو پڑے ان کی مہذبانہ حالت دیکھ کر ہم بہت خوش ہوئے۔ ان کی گفتگو سے کمرے کے سب لوگ مانوس تھے۔ لدھیانہ اسٹیشن پر ان کے لئے کھانے کے تین تھال لگ کر آئے۔ ہر شخص ہم میں سے ان کی اعلیٰ پوزیشن اور طرز تکلم سے خوش تھا۔

میرے پاس ایک کلک کی بنی ہوئی سینگ کی چھڑی جو بہت خوبصورت تھی۔ وہ میں نے ایک کیلی سے لٹکا دی۔ لدھیانہ کے بعد مجھے ذرا سی جگہ لیٹنے کو مل گئی۔ میں اس پر لیٹ گیا۔ اور سرہند تک جاتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ سرہند کے اسٹیشن پر اترنے اور چڑھنے والوں کے شور سے میری آنکھ کھلی۔ تو دیکھا کہ سردار صاحبان اتر چکے تھے۔ اور ساتھ ہی میری چھڑی گم تھی۔ باقی کے سارے مسافر موجود تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ بزرگ سردار صاحب کے نوجوان ساتھی جو غالباً ان کے بیٹے ہونگے لے گئے۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ دل میں ان ظاہرداری کی شان رکھنے والے لوگوں کی حالت پر طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے۔ اور دل نے کہا۔ ع جا ، ان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر

دلی کے اسٹیشن پر

ہماری گاڑی دلی اسٹیشن پر ایک بجے دن کے پہنچی۔ تھوڑی ہی دیر میں حیدرآباد جانے والی گرانٹ ٹرنک ایکسپریس اسٹیشن پر آ گئی۔ میرا ٹکٹ انٹر کلاس کا تھا۔ دہلی سے مدراس جانے والا انٹر کلاس کا ڈبہ کافی لمبا تھا۔ اس میں فوجی افسر جونائک اور حوالدار تھے۔ سوار تھے۔ یہ سب مدراس کی طرف کے لوگ تھے۔ اور ایک حد تک پڑھے لکھے تھے۔ ان کی موجودگی کسی بھی مسافر کے لئے بوجھ نہ تھی۔ وہ سب کے ساتھ ہمدردی اور سلوک سے پیش آتے تھے۔ بلکہ میں نے ان لوگوں کو اس حد تک با اخلاق پایا۔ کہ عام شہری مسافر ان کے بستروں پر چڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے کسی قسم کا برا نہ منایا۔ اس طرح اس دفعہ حیدرآباد جاتے ہوئے سوائے چھڑی چوری ہونے کے اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ دو ماہ کے لئے قیام کے بعد میں جب واپس آنے لگا۔ تو تجویز یہ ہوئی کہ میں سکندرآباد کی بجائے وارنگل سے سوار ہو جاؤں۔ تاکہ مدراس ایکسپریس پر آسانی سے جگہ مل سکے۔ اس لئے میں عزیز مکرم داؤد احمد صاحب عرفانی کے پاس چلا گیا۔ ۱۳ اگست کی رات کو ہم نے ٹکٹ بنوا لیا۔ گاڑی جو ۱۱ بجے رات کو آنے والی تھی۔ اسکی انتظار شروع کی۔ مگر ۱۱ بجے کے بعد آنکھوں میں وقت گذرنے لگا۔ لیکن گاڑی کا نام و نشان

بالآخر

میں نے ڈھائی بجے عزیز عبدالرب کو لیکر قاضی پیٹ کا رخ کیا۔ جو اس لائن پر جنکشن اسٹیشن ہے۔ قاضی پیٹ پہنچکر ساری رات ویٹنگ روم میں گزار دی۔ مگر گاڑی کا پتہ نہ چل سکا۔ صبح ہو گئی۔ تب میں نے ریلوے کے ذمہ دار افسروں سے خود ملاقات کی۔ ان سے معلوم ہوا۔ کہ مدراس کی طرف گاندھی جی کی گرفتاری کی وجہ سے ہجوم مشتعل ہو گیا۔ اور انہوں نے پٹڑیاں اکھاڑ دی ہیں۔ اور اسٹیشن تباہ کر دیئے ہیں۔ اس لئے مدراس ایکسپریس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کب آئیگی۔ انہوں نے بتلایا۔ کہ ہم اس وقت کچھ کہہ سکتے ہیں جب گاڑی بیزواڑہ پہنچ جائے۔ اور بیزواڑہ سے یہاں تک گھنٹے کا راستہ ہے۔ یہ معلوم کرکے ہم نے ارادہ کر لیا۔ کہ وارنگل کو واپس چلے جائیں۔ سامان وہیں کلوک روم میں رکھا۔ اور میں اور عزیز عبدالرب نظامس بس سروس کی بس پر سوار ہو کر وارنگل کو واپس ہوئے۔ بارش برس رہی تھی۔ موسم سہانا تھا۔ جب گھر گئے۔ تو عزیز داؤد احمد صاحب نے عبدالرب سے پوچھا۔ بھائی صاحب سوار ہو گئے۔ اس نے مذاق سے کہا کہ

رکھتا ہوں میں قدم ÷ آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں (باقی پھر)

شاہی خاندان کو صدمۂ عظیم

نوجوان شاہزادہ ڈیوک آف کینٹ کی المناک وفات

جنگ کے تیسرے سال کا خاتمہ ایک نہایت ہی المناک واقعہ کے ساتھ ہوا۔ اور وہ نوجوان شاہزادہ ڈیوک آف کینٹ کی ناگہانی اور المناک موت کا واقعہ تھا۔ انگلستان کا شاہی خاندان جیسے دیگر شاہی خاندانوں میں سے ایک ممتاز خاندان ہے۔ ویسے ہی وہ اپنے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے بھی ممتاز ترین ہے۔ یہ جنگ جیسے دنیا کی سب سے بڑی جنگ ہے۔ ویسے ہی اسکی ہولناک تباہیوں کی مانند تاریخ میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ اس کے طوفانی سیلاب میں جیسے ملکوں کے عام افراد بہتے چلے گئے ہیں۔ اور خس و خاشاک کی طرح بہا دیئے گئے ہیں۔ ویسے ہی بادشاہ اور ملوک بھی اسکی زد سے بچ نہ سکے۔

انگلستان کا شاہی خاندان اگرچہ اس وقت تک بچا ہوا تھا۔ مگر مشیت الٰہی کا نزول نوجوان ڈیوک آف کینٹ پر ہوا۔

ہم کو اس امر کا کامل یقین ہے۔ کہ انگلستان اس جنگ میں محض مظلوموں کی حمایت کے لئے شریک ہوا۔ انگلستان کی قوت۔ طاقت۔ دولت جو کچھ اس راہ میں قربان ہو رہا ہے۔ وہ قیام امن کے لئے اور کمزور سلطنتوں کی حفاظت کے لئے ہو رہا ہے۔

چنانچہ

حبشہ کی سلطنت کے ساتھ جو سلوک انگلستان کی حکومت نے کیا ہے۔ وہ اسکی کھلی مثال ہے۔ ایک ضائع شدہ حکومت کو اپنے نوجوانوں کی قربانی دے کر اور اپنی دولت قوت۔ تدبر کو صرف کر کے آزاد کر دینا یہ انگلستان کی حکومت کا ہی حوصلہ تھا۔ میرے کانوں نے ایسے اعتراضوں کو سنا ہے۔ کہ انگلستان نے فلاں ملک کی مدد نہ کی۔ اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

مگر

یہ سب لایعنی باتیں یا تو نافہم اور ناعاقبت اندیش لوگوں کی ہیں۔ یا دشمن کے کیمپ کی اڑائی ہوئی ہیں۔ دولت برطانیہ کو جنگ میں اس وقت شرکت کرنی پڑی۔ جبکہ اس کے سان و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ اسے اس قدر بڑی جنگ میں کودنا پڑیگا۔ دشمن جو گذشتہ جنگ کے بعد سے ہی اس جدید جنگ کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ وہ اپنے طوفانی اور شیطانی ہتھیاروں کے ساتھ یکبیک آ کودا۔ اور اس نے جیسے جنگل کا شیر کسی لومڑی یا بکری پر حملہ آور ہوتا ہے۔ تو اسکی شوکت سے اس کمزور جانور کی سب قوت سلب ہو جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو یکبیک جبت دبوچنے لگا۔ اور ان کی قوت دشمن کو دیکھتے ہی سلب ہونے لگی۔

برطانوی مدبرین اس خیال میں تھے۔ کہ جرمنی اور اٹلی پرانے عہود۔ و مواثیق کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ اور یہی اعتماد تھا۔ جس نے برطانیہ کو جنگ کے لئے پہلے سے تیار نہ ہونے دیا۔

برطانیہ نے یکبیک مظلوموں کی چیخیں سنیں۔ اور وہ ہر ایک کی مدد اور حمایت کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس نے ظالموں کو متنبہ کیا۔ اس نے مجلس اقوام کو جگایا۔ مگر جب ان تدابیر میں سے کوئی بھی کام نہ آئی۔ تو اس امر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہ میری اپنی قوت و طاقت کو نقصان پہنچے گا۔ برطانیہ نے ہر میدان میں اپنی طاقت اپنی قوت اور اپنے ذرائع اور وسائل جھونک دیئے۔

فرانس کا میدان

چنانچہ ہمارے سامنے فرانس کے میدان کا واقعہ ہے۔ جس کی کوئی تردید یا تاویل نہیں کی جا سکتی۔ عین ایسے وقت جبکہ فرانس اندرونی غداریوں کا شکار ہو رہا تھا۔ اور بیرونی دشمنوں کا خنجر فرانس کی ہڈیوں کو توڑ چکا تھا۔ اس وقت انگلستان کی حکومت نے اپنے آپ کو

آگ اور خون کی ہولی

کھیلنے کے لئے پیش کر دیا۔ ایک ایسا اقدام جو دنیا کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ وہ انگلستان کی یہ پیشکش تھی۔ کہ آؤ ہم فرانس کو بچانے کے لئے دونو سلطنتوں کو ملا دیتے ہیں۔ تاکہ ہماری ساری طاقت۔ ہمارا سارا خزانہ۔ ہماری ساری فوج۔ ہمارا سارا بیڑا ایک متحدہ غرض کے لئے لڑے۔ اور وہ غرض تھی فرانس کی زندگی۔

یہ تو قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ کہ فرانس نے اسے قبول نہ کیا۔ ورنہ معلوم نہیں برطانیہ کو فرانس کی لاش اٹھا لینے میں کس قدر قربانی دینی پڑتی۔ اور فرانس کے اندرونی غدار معلوم نہیں برطانیہ کو کن سازشوں کا شکار نہ بنا دیتے۔ برطانیہ کا یہ فعل ایک ایسا شاہکار ہے۔ کہ جس کا کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آگ بڑھتی گئی اور دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی

یونان کے میدان میں برطانیہ کے شہسوار اپنے گھوڑے دوڑاتے پہنچ گئے۔ دیکھنا یہ نہیں کہ برطانیہ یونان کو بچا سکا یا نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ برطانیہ نے یونان کو بچانے کے لئے اپنا سب کچھ اس میدان میں جھونکا یا نہیں۔ ایک ڈاکٹر کا فرض مریض کے بچانے کے لئے انتہائی طاقت کا صرف کر دینا ہے۔ اس کی زندگی کے بچنے یا نہ بچنے کی اس پر کوئی ذمہ واری نہیں۔

عراق میں سازش

ایک چھوٹا سا ملک جس میں غریب مسلمان آباد ہیں۔ جس کا ایک ننھا سا بادشاہ ابھی اپنی ماں کی آغوش ہی میں ہے۔ اندرونی غداروں کے حملے کا شکار ہو گیا۔ تاج و تخت الٹنے کے مکمل انتظامات تھے۔ میرا تو دل دھڑک رہا تھا۔ کہ کہیں معصوم اور ننھے بادشاہ کی جان پر کوئی حملہ نہ ہو جائے۔ مگر یہ برطانوی طاقت ہی تھی۔ جس نے ملک کو از سر نو فتح کیا۔ اور پھر اس پر اپنا قبضہ نہ جمایا۔ بلکہ عراقی سلطنت کے حوالے نہایت دیانتداری سے کر دیا۔

شام کی سلطنت

شام کے علاقے پر فرانسیسیوں کے مظالم ایسے نہیں۔ کہ جو صفحہ تاریخ سے مٹ سکیں۔ ۱۹۲۵ء میں دمشق جیسے مقدس اور تاریخی شہر پر جس ظالمانہ انداز سے فرانسیسی فوج نے گولہ باری کی تھی۔ وہ کبھی بھولی نہیں جا سکتی۔ نہتے شہریوں کو پکڑ پکڑ کر بازاروں اور گلیوں میں پھانسی لگایا گیا تھا۔ اور پھر ان کی لاشوں کو اونٹوں سے باندھ کر شہر میں رسوا کیا گیا۔ آج اسی شام کو برطانیہ کے طفیل آزادی نصیب ہوئی۔ اور شام میں متعدد ملکی جمہوریتیں قائم ہو گئیں۔

ایران میں

محوری طاقتوں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ ایران کی حکومت میں ایک آگ بھڑکا دی۔ خود شہنشاہ ایران اور اس کے وزراء اس منصوبے میں شریک ہو گئے۔ برطانوی افواج نے اس آتش افشاں پہاڑ کے مونہہ پر اپنی فوجوں کا انبار رکھ کر بند کر دیا۔ اور بغیر کسی لالچ کے یہ ملک بھی ایران کے جائز وارثوں کے حوالے کر دیا۔

مصر میں

مصر ایک ایسا ملک ہے۔ جو اس جنگ کی آندھی کا ایک دن بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بے شک مصر کے سپاہی بہادر ہیں۔ ان کا آگ اور خون سے کھیلنا آسان اور آسان تر ہے۔ وہ وطن کے ہونہار کنڈیں مردوں۔ عورتوں اور بچوں کی آہ و بکا دینے سے کبھی نہیں ڈرنے والے۔ میں نے اس قوم کو دیکھا ہے۔ جانا ہے۔ جانچا ہے۔ ان کی وطنیت بلند اور بہت بلند ہے۔

مگر

آج لڑائی صرف مردوں کی زندگیاں دے دینے سے نہیں ہو رہی۔ جن دوسرے ذرائع کی وہاں ضرورت ہے۔ مصر میں ان کا فقدان ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ کہ مصر اس جنگ میں ایک دن بھی نہیں ٹھیر سکتا۔ لیکن برطانیہ نے اپنے کندھے پر مصر کی جو ذمہ واری لی ہوئی ہے۔ اس ذمہ واری نے مصر کے میدانوں میں برطانیہ کی فوجوں کو ایک فولادی دیوار بنا کر کھڑا کر رکھا ہے۔ اور وہ مصریوں سے کچھ لینے کی بجائے اپنے نوجوانوں اور اپنی طاقت اور فوجی قوت کو قربان کر رہے ہیں: تاکہ ایک چھوٹی سی مسلمان سلطنت زندہ رہ سکے۔

یہ وہ جذبہ اور یہ وہ شعور ہے۔ جس کے ماتحت برطانیہ نے ہر میدان میں اپنے نوجوان کٹنے کے لئے پیش کر دیئے۔ ان ملکوں کی آزادی کا بحال رکھنا یہ برطانیہ کی ہی ہمت اور شان ہے ورنہ محوری طاقتوں نے جن ملکوں پر قبضہ کیا ہے۔ ان کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ اس طرح ہر ہر قدم پر برطانیہ نے ثابت کر دیا۔ کہ وہ قیام امن اور مظلوموں کی حمایت کے لئے لڑ رہے ہیں۔

اسی لئے جب برطانیہ کا کوئی بھی نقصان ہوتا ہے۔ تو چونکہ ہم کو ایک صحیح شعور ہے۔ اس لئے اس نقصان پر ہر صحیح الدماغ انسان کو رنج ہوتا ہے۔ اور ہم بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

برطانیہ کو

اس سلسلہ میں بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ جن میں سے بعض میں سلطنت اور ایمپائر کے بعض حصے قربان کرنے تک نوبت

پہنچ گئی۔ برطانیہ کے مردوں۔ عورتوں اور بچوں نے اپنی زندگیوں پر ایک موت وارد کرلی۔ کھانے۔ پینے۔ سونے۔ جاگنے۔ کام کرنے غرض ہر حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ اور اس سے ملک کا کوئی فرد نہ بچ سکا۔ اور وہ سب کے سب ایک فرد واحد کے حکم میں ہوگئے۔ ان کی زندگی اور موت کا مقصد وحید صرف اور صرف ایک ہی ہوگیا۔ اور وہ یہ کہ برطانیہ جس مقصد کے لئے لڑ رہا ہے۔ اس مقصد کی فتح ہو۔

اگر برطانیہ کی یہ ذاتی جنگ ہوتی۔ تو جس وقت فرانس کی شکست کے بعد جرمنی نے اپنا ہاتھ صلح کے لئے بڑھایا تھا۔ برطانیہ اس وقت اسے پائے حقارت سے ٹھکرا نہ دیتا۔ اور یہ سمجھ لیتا۔ کہ جو ملک تباہ ہوگئے۔ وہ میرے کیا لگتے تھے

مگر برطانیہ نے

جس مقصد کے لئے کمر باندھی تھی۔ اس صلح میں اس مقصد کی موت تھی۔ اور برطانیہ کے اخلاقی کیریکٹر کی شکست تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے اخلاقی کیریکٹر کی موت کے وارنٹ پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ اور اپنے مقصد کو ہلاک نہ ہونے دیا۔ اور میرے نزدیک اس کے بعد اگر برطانیہ خدا نخواستہ مٹ بھی جائے۔ تو یہ اسکی ایک شاندار فتح ہے۔ کہ جسے دنیا کی تاریخ میں سنہری حرفوں سے زندہ رکھا جائے گا۔

الغرض

اس اعلیٰ مقصد کی خاطر برطانیہ نے جس قدر قربانیاں کی ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم کو برطانیہ کے مقصد کے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے۔ اور جب ہم برطانیہ کے کسی نقصان کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمارے قلب پر ناقابل برداشت بوجھ پڑ جاتا ہے۔

انہی قربانیوں میں سے

جو برطانیہ نے کیں۔ ایک سب سے بڑی قربانی نوجوان ڈیوک کی قربانی ہے۔ جو اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے ملک سے دور آئس لینڈ کو جا رہا تھا۔ جس نے اپنے عیش و آرام اور بیوی بچوں کو چھوڑا تھا۔ مگر معلوم نہ تھا۔ کہ یہ چھوڑنا عارضی نہیں بلکہ دائمی ہو جائے گا۔

اسکی جواں مرگی۔ اتفاقی حادثہ۔ چھوٹے بچوں کے یتم اور جوان بیوی کی بیوگی اور پھر خاندان شاہی کا ایک قیمتی فردِ ہونے کی حیثیت سے اسکی موت دردمندانہ جذبات پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

مگر

اسکی موت ایک بہادر کی موت ہے۔ جو ملک۔ وطن۔ قوم امن کے علاوہ مظلوموں کی حمایت میں ہوئی ہے۔ اس لئے اسکی موت پر غم کے آنسوؤں کے ساتھ اعجاب اور عقیدت کے موتی بھی ہم نچھاور کرتے ہیں۔ اس نے اپنی قوم کا سر بلند کردیا۔ اس نے اپنے خاندان کی قربانیوں پر ایک لازوال مُہر لگادی۔ بے شک اسکی زندگی کے دن بہت تھوڑے تھے۔

لیکن

اس کے کارنامہ کی عمر بہت بڑی ہے۔ صدیوں تک اسکی نسل اور قوم اسکی اس بہادرانہ موت پر فخر کرتی رہے گی۔

کیونکہ وہ

بہت بڑے مقصد کے حصول کی سعی میں فوت ہوگیا۔

ہم کو

اس صدمہ میں برطانوی قوم اور خاندان شاہی سے ہمدردی ہے۔ اور صدمہ میں شریک ہیں۔

مگر

اس کے وجود کو جو اس کے کارنامہ سے حیات ابدی ملی ہے۔ اس پر دنیا کی بہادریوں کے سارے تمغے اور میڈل۔ دنیا کی لغتوں کے سارے الفاظ جو تحسین و آفرین کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں

نچھاور کرتے ہیں

ڈیوک آف کینٹ کی وفات پر ایڈیٹر ”الحکم“

کا

ہز ایکسیلنسی وائسرائے بہادر کی خدمت میں تار

میں نے ڈیوک آف کینٹ کی وفات پر حسب ذیل تار وائسرائے بہادر کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

قادیان ۳۰ اگست ۱۹۴۲ء

ہز ایکسیلنسی وائسرائے شملہ

ڈیوک آف کینٹ کی المناک موت کی خبر سے مجھے بے حد صدمہ ہوا ہے۔ مہربانی فرماکر شہنشاہ معظم کی خدمت میں میرا پیغام پہنچا دیجئے۔ کہ شاہی خاندان کو جو صدمہ پہنچا ہے۔ میں ان کے غم میں شریک ہوں۔ (محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

حضور وائسرائے بہادر کے دفتر کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے جواب

نئی دہلی ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے خواہش فرمائی ہے۔ کہ محمود احمد صاحب عرفانی کے اس پیغام کی رسید بھیجدوں۔ جو آپ نے شہنشاہ معظم کی خدمت میں بھیجنے کے لئے حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں بھیجا ہے۔ نیز یہ کہ آپ کا یہ پیغام حضور شہنشاہِ معظم کی خدمت میں پیش کئے جانے کے لئے فوراً بھیج دیا جائے گا۔ محمود احمد صاحب عرفانی یقین جانیں۔ کہ شہنشاہِ معظم ان کے ان جذبات وفاداری کی پوری پوری قدر افزائی فرمائیں گے۔ جن کا آپ کے پیغام ہمدردی میں اظہار کیا گیا ہے۔

(اسسٹنٹ سیکرٹری دفتر پرائیویٹ سیکرٹری حضور وائسرائے بہادر)

شادی کے موقعہ پر دعوت

(از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

”الفضل“ میں کچھ عرصہ سے شادی کی تقریبوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ ہوتے ہیں۔ کہ فلاں شخص نے شادی کے موقعہ پر چائے کی دعوت دی۔ اس قسم کی عبارت پہلے نہیں ہوا کرتی تھی۔ یہ صرف کچھ مدت سے شائع ہونی شروع ہوئی۔ اور شاید کسی بدعت کی بنیاد ڈالی جارہی ہے۔ واقعہ صرف یہ ہے۔ کہ لڑکی والے بعض اپنے دوستوں کو دعا اور خوشی میں شمولیت کے لئے جمع کرلیتے ہیں اور بلاوے میں صرف اتنا لکھتے ہیں۔ کہ ”ہماری لڑکی کی شادی ہے۔ آپ بھی اس تقریب میں شامل ہوں۔ اور دعا میں حصہ لیں۔“ یا اسی قسم کے اور الفاظ ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں چونکہ برات آئی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کے اعزاز میں کچھ کھانے کی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ تو یہ مدعو مہمان بھی اس میں شامل ہوجاتے ہیں۔ سادہ طور پر کوئی ہلکا سا ناشتہ اس موقعہ پر مہمانوں کے پیش کردینا بڑی بات نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسے موقعہ پر دودھ وغیرہ پیش کیا ہے۔ اور ہم لوگ بھی ایسے موقعہ پر چائے یا لیمونیڈ اور کچھ ناشتہ پیش کردیتے ہیں۔ لیکن اس تقریب کو یہ رنگ دینا کہ وہ ایک باقاعدہ چائے کی دعوت تھی۔ ایک بدعت کا قیام ہے۔ جس کی تردید کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ ”الفضل“ نے سابق رویہ کے خلاف اس امر پر کیوں زور دینا شروع کیا ہے۔ اور ایک ہلکے ناشتے کے پیش کرنے کو جو پہلے ایک ضمنی چیز سمجھی جاتی تھی۔ اب ایک باقاعدہ

نیز مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ”الفضل“ میں گذشتہ ایام میں ایک خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ کسی صاحب نے اپنی لڑکی کی شادی کی تقریب پر قادیان کے دوستوں کو باقاعدہ کھانے کی دعوت دی۔ یہ ایک ناجائز فعل تھا۔ جس نے دعوت دی اس نے بھی غلطی کی۔ جو شامل ہوئے۔ انہوں نے بھی غلطی کی۔ ”الفضل“ نے اس خبر کو شائع کرکے ایک غلط امر کی تائید کی۔ اور اسکی اشاعت میں حصہ لینے کا گناہ کیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اس قسم کی دعوت کو خلاف شریعت قرار دیا کرتے تھے۔ میرے اپنے علم کے رُو سے خواہ یہ خلاف شریعت نہ ہو۔ مگر خلاف منشائے شریعت ضرور ہے۔ اور احمدی احباب کو اس قسم کی حرکات سے بچنا چاہیئے۔ اور ”الفضل“ کے عملہ کو متداول مضامین کے لکھنے کی طرف توجہ رکھنی چاہیئے۔ افتاء کو اپنے ہاتھ میں لینا نہ چاہیئے۔ براہ راست فتوے سے بصورت خبر فتویٰ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

مرزا محمود احمد۔ خلیفۃ المسیح الثانی (۷ ستمبر ۱۹۴۲ء)

نوٹ:۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا مندرجہ بالا ارشاد شادی کی تقریبات کے لئے مشعل راہ ہوگا۔

مذاکرہ علمیہ

مسیحی مزدور کی گٹھڑی

(از شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم کی قلم سے)

گوجرانوالہ سے ایک اخبار مسیحی مزدور نکلتا ہے۔ اس اخبار نے الحکم کے ایک مضمون کے متعلق اپنے اخبار میں ایک نوٹ تحریر کیا ہے۔ اور اس مضمون کو ایڈیٹر الحکم کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ مضمون نگار صاحب کا نام مضمون پر ثبت ہے۔ شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم مسیحی دنیا میں کوئی غیر معروف شخص نہیں ہیں۔ مشہور پادری صاحبان و مسیحی مناظرین ان کی قلم و زبان سے واقف ہیں۔ ان کے اسلام قبول کر لینے کا درد اب تک بھی بعض مشہور مسیحی پادریوں کے قلب میں موجود ہے مگر شیخ صاحب نے جب اس مفہوم کو سمجھ لیا۔ کہ دنیاوی جاہ وحشمت سوائے شیطان کو سجدہ کرنے کے نہیں ملتی۔ تو انہوں نے اس زندگی کو جس میں روپیہ کی افراط تھی۔ کیک پیسٹری کھانے کو میسر تھی۔ کوٹ پتلون پہننے کو اور وسکی اور دیگر شرابیں پینے کو تو انہوں نے خوف زدہ ہو کر اس زندگی کو چھوڑ دیا۔ اور مسلمان ہو کر غربت کی زندگی پسند کر لی قبول کر لی۔ مگر وہ علوم جو انہوں نے مسیحیت کے گھر میں رہ کر سیکھے تھے۔ ان کے پاس رہے۔ اور انہوں نے اپنے علم کا بارہا تجربہ مسیحی منادوں اور پادریوں پر کیا ہے۔ ایک مدت کے بعد اب ایڈیٹر صاحب مسیحی مزدور نے ان کو ایک قسم کا چیلنج کیا ہے۔ اس چیلنج کو شیخ صاحب نے منظور کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب مسیحی مزدور کو ایک دوسرا چیلنج کر دیا ہے۔ اب دیکھیں۔ کہ ایڈیٹر صاحب مسیحی مزدور اس میدان میں کب تک کھڑے رہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

کچھ دن گذرے۔ اخبار الحکم میں ہم نے ایک مضمون بعنوان "روحانی وجسمانی سلطنت از روئے بائبل" شائع کروایا تھا۔ اس تمام مضمون کے متعلق "مسیحی اخبار مزدور گوجرانوالہ" نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ مضمون مذکورہ "بصیرت افروز اور حقیقت افروز مقالہ" ہے اس مضمون میں مندرجہ ذیل امور ہم نے تحریر کر کے ثابت کیا تھا۔ کہ یہ امور بائبل کی رو سے ثابت شدہ ہیں۔

ا۔ یہ کہ دنیا کی ظاہری سلطنت اور مال ومنال سے مسیح اور اس کے حواریوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور کہ

ب۔ یہ کہ جسمانی سلطنت بجز شیطان کو سجدہ کرنے کے نہیں مل سکتی۔

ج۔ یہ کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا قریباً قطعی محال ہے۔ یعنی متمول آدمی نجات نہیں پا سکتا۔

د۔ یہ کہ خدا نے ابلیس یا شیطان کو اختیار دیا ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے ساجدین کو دنیا کا مال اور سلطنت دے۔ یا جس سے چاہے واپس لے۔

س۔ یہ کہ موجودہ کلیسیا کے افراد میں سے کوئی بھی ایسا مسیحی ایماندار نہیں۔ جس میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ثابت ہو سکے۔

ش۔ اللہ کے ہاں بھی ایک مجلس سینڈرم ہے۔ جس کے ممبر منجملہ دیگر اشخاص کے شیطان "میاں" بھی ہیں۔ اس تمام مضمون کو انجیل کی ضد میں نام رکھنے والا ایڈیٹر مسٹر پادری "نذیر" عالم بی۔ اے حقیقت افروز و بصیرت افروز کہتا ہے۔ اور تمام مضمون کو تسلیم کر کے لکھتا ہے۔ کہ ایڈیٹر الحکم نے تہلکہ آمیز اعلان کیا ہے۔ حالانکہ یہ مسیح کی بھیڑ خوب جانتی ہے۔ کہ "مضمون نگار اپنے اپنے خیالات کے خود ذمہ وار ہیں۔ مقالہ نگار اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ نہ کہ ایڈیٹر کی ترجمانی" پس ٹائیٹل پیج پر یہ الفاظ لکھنے کے بعد یہ بی۔ اے صاحب کتنی بڑی (اخلاقی) غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ ایڈیٹر صاحب الحکم بھی اسی طرح مضمون نگار کے خیالات کے ذمہ وار نہیں۔ ہم نے اسی مضمون کے حاشیہ میں ایک دو حرفی نوٹ تحریر کیا تھا۔ کہ یوحنا ۱۴/۳۰ آنحضرت صلعم کے حق میں نہیں۔" اس پر مزدور صاحب پھولے نہیں سماتے۔ کہ الحکم نے مسیحیوں کے ہم آہنگ ہو کر اس امر کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کے حق میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں۔ سچی بات کو تسلیم کر لینا کسی پر احسان نہیں ہوتا۔ البتہ اپنی جان پر احسان ہوتا ہے۔ پس اگر کسی مقلد کو کوئی خوف و ہراس ہو۔ تو کچھ عجب نہیں۔ کیونکہ خدا کے سوا مخلوق کے پرستار بزدل ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ میں کوئی دم خم ابھی باقی ہو۔ تو آیئے

کے مضامین ہی سے جسے آپ پسند فرماویں۔ صرف اور مجرد بائیبل کی رو سے مناظرہ کر لیں۔ مضامین یہ ہیں۔

(۱) تثلیث از روئے بائیبل (۲) الوہیت مسیح از روئے بائیبل۔

(۳) کفارہ " " " "

(۴) کیا موجودہ انجیل تحریف و تبدل سے مبرا ہے۔ از روئے بائیبل

(۵) نبوت آنحضرت صلعم از روئے بائیبل۔

(۶) مسیح صلیب سے زندہ اترے۔ (از روئے بائیبل)

پس اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایڈیٹر صاحب مزدور کو مسیحیت پر ایمان ہے۔ تو میدان میں نکلیں۔ پھر خدا تعالےٰ ثابت کر دیگا۔ کہ حق پر کون ہے۔

ہم ایڈیٹر صاحب کو دوبارہ یاد دلا دیتے ہیں۔ کہ یہ بحث صرف اور صرف مجرد بائیبل کی رُو سے ہو گی۔ اگر مسیحیت میں جان کی کوئی رمق باقی ہو۔ تو مرد میدان بن کر ذرا میدان میں تو اتریں۔ اخیر پر ہم ایک پیشگوئی درباره آنحضرت صلعم درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب اسکی تردید تو فرمائیں۔ اور دیکھ لیں۔ کہ باوجود ہر سال تحریف و تبدیل کرنے کے صداقت کس طرح آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر و ہویدا ہے۔ پیشگوئی یہ ہے۔

"اور یہ وہ برکت ہے۔ جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اس نے کہا۔ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ ان پر جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" استثناء ۳۳/۱

دیکھیے باوجود محرف و مبدل ہونے کے آنحضرت صلعم کے متعلق پیشگوئی جو دوپہر کے سورج کی طرح چمک رہی ہے۔ آپ ذرا اس پر قلم تو اٹھاویں۔ پھر قلم پکڑنا ہم آپ کو سکھا دیں گے۔

ہاں! ایڈیٹر صاحب یہ تو فرمایئے۔ ہم نے الحکم میں اپنے مضمون کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ بموجب یعقوب ۱/۱۳ خدا بدی سے آزمایا نہیں جاتا۔ مگر بموجب انجیل کے مسیح یسوع شیطان سے آزمایا گیا۔ پس جو آزمایا جائے۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بالمقابل کچھ لکھتے ہوئے ہاتھ میں رعشہ تو نہیں پڑ جاتا۔ براہ مہربانی اب کے اس پر بھی کچھ خامہ فرسائی فرمایئے گا۔

انصار الحکم

مجھے ایسے ہمدردوں کی ضرورت ہے۔ جو الحکم کے قیام و بقا کے لئے اپنا وقت صرف کر کے کچھ خریدار

مرکز احمدیت

قادیان

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہ کتاب ماڈرن طرز پر لکھی جائے گی۔ متعدد فوٹو بلاک ہوں گے۔ کتاب مجلد اور خوبصورت ہو گی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ قادیان کو اس طرح دیکھ سکیں گے۔ گویا کہ آپ قادیان میں موجود ہیں اور جنہوں نے قادیان کو نہیں دیکھا۔ ان کے لئے یہ کتاب ایک ایسی تصویر ہو گی۔ کہ ان کو قادیان دیکھنے کا خود بخود شوق پیدا ہو گا۔ ہمارے سلسلہ کی تبلیغی۔ تربیتی آئینی مساعی کی منہ بولتی تصویر ہو گی۔ صدر انجمن کے دفاتر۔ مدارس۔ مساجد۔ علمی مجلسوں کے تفصیلی حالات ہوں گے خدام الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ۔ انصار اللہ۔ اطفال الاحمدیہ۔ ناصرات الاحمدیہ ان سب انجمنوں کے تذکرے ہوں گے۔

سلسلہ کی قابل ذکر ہستیوں کے مختصر حالات۔ بعض اہم شخصیتوں کے فوٹو۔ قادیان کی ایسی خواتین کا ذکر بھی ہو گا۔ جو سلسلہ کی خدمات میں نمایاں حصہ لے رہی ہیں۔ یا وہ اپنی فدائیت اور صحابیت کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ سلسلہ کے مبلغین کے بھی ایک حد تک حالات ہوں گے۔ سلسلہ کے قاضیوں اور مفتیوں کے تذکرے۔ اور مختصر حالات ہوں گے۔

الغرض

یہ کتاب اپنے رنگ میں ایک لطیف و دلچسپ کتاب ہو گی جو اپنی خوبیوں کی وجہ سے خود آپکو مجبور کر دیگی۔ کہ آپ اسے اپنے لئے خریدیں۔ اور اپنے دوستوں کو تحفہ دیں۔

"قادیان" قادیان کی ایک مکمل تصویر ہو گی۔ آج ہی اپنی درخواست بھیجکر کتاب ریزرو کرا لیں۔ کیونکہ یہ کتاب گرانی کاغذ کی وجہ سے تھوڑی ہی تعداد میں شائع کی جائیگی۔

محمود احمد عرفانی

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر دفتر الحکم نواب منزل قادیان سے شائع ہوا)